انااور داد و تحسین سے بالاتر تدریس

تدریس محض معلومات کی منتقلی کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ سیکھنے والا حقیقت میں بات کو سمجھ لے۔ اکثر اساتذہ کو ایسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں کئی بار سمجھانے کے باوجود بھی طالب علم کے لیے کسی نکتے کو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسے لمحات میں استاد کے کردار کا اصل امتحان اس کی عاجزی اور خلوص بن جاتے ہیں۔

دانش مندانہ طریقہ کار یہ ہے کہ طالب علم کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ دوسروں سے بھی سیکھے۔ مختلف اساتذہ خیالات مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں، اور کبھی کسی دوسرے کی طرزِ وضاحت اور زبان طالب علم کے لیے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اگر ایک وضاحت سمجھ نہ آئے، تو شاید دوسری یا تیسری بار کسی اور کے ذریعے بات واضح ہو جائے۔ مقصد کبھی یہ نہیں ہونا چاہیے کہ صرف 'میرا طریقہ' ہی صحیح ہے، بلکہ اصل ہدف یہ ہونا چاہیے کہ فہم و ادراک کا راستہ جہاں سے بھی ہو سکے، طالب علم کو مل جائے۔

اس کے لیے نقطہ نظر کی تبدیلی ناگزیر ہے: یعنی اپنی ذات کے لیے ستائش کی طلب چھوڑ کر تمام تر توجہ طالب علم کی نشو و نما پر مرکوز کر دی جائے۔ ایک استاد کو اس بات کی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ لوگ کہیں کہ "انہوں نے کتنا اچھا سمجھایا" یا اس کا سہرا ان کے سر بندھے۔ اصل مقصد طالب علم کی اصلاح اور بہتری ہے، چاہے وہ سمجھ بوجھ کسی دوسرے کے ذریعے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

سچے اساتذہ دعا کرتے ہیں کہ ان کے شاگردوں کو صحیح رہنما مل جائے —— ایسا شخص جس کی زبان سے نکلی ہوئی بات ان کے لیے معنی خیز بن جائے۔ کامیابی کا پیمانہ تالیاں نہیں، بلکہ طالب علم کی ذہنی بیداری اور اس کی شخصیت میں آنے والی تبدیلی ہے۔ اگر یہ ہو جائے، چاہے وہ اپنی کوشش سے ہو یا کسی اور کے وسیلے سے، تو مقصد حاصل ہو گیا۔

جب تدریس انا اور داد و تحسین کی خواہش سے بالاتر ہو جائے، تو یہ خدمت کے ایک مقدس عمل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی بے غرضی میں تعلیم کی حقیقی روح پنہاں ہے —— یعنی نتائج پر ملکیت کا دعویٰ کیے بغیر، دوسروں کی ترقی میں اس طرح مدد کرنا جس طرح اللہ کو منظور ہو۔